ڈاکٹر امجد رضا امجد صاحب کی انتشار برپا کرنے والی تحریر

اہل سنت و جماعت کو

فرقہ میں تبدیل کرنے کی کوشش

ڈاکٹر امجد رضا امجد صاحب سے

چند مخلصانہ معروضات!

از:

ناظم اشرف مصباحی

نشر

آنلائن ایڈیشن

اہل سنت کو فرقہ میں تبدیل کرنے کی کوشش

ڈاکٹر امجد رضا امجد صاحب سے چند مخلصانہ معروضات!

ناظم اشرف مصباحی

ہندوستان کے کچھ سنی گھرانوں میں بچوں کی تربیت ہی ایسی ہوتی ہے کہ بچپن سے اعلی حضرت فاضل بریلوی اور آپ کے گھرانے کا بار بار تذکرہ سننے سے دل میں محبت کا بیج پیدا ہو ہی جاتا ہے۔ پھر اگر وہ بچہ کسی مدرسے میں داخل ہو گیا تو وہ محبت عقیدت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ ناچیز کے ساتھ بھی ایسا معاملہ پیش آیا۔ پھر جب ہندوستان میں فرقہ واریت اور مسلمانوں کے مابین اختلاف و انتشار کی تاریخ پڑھی اور اس میں اعلی حضرت فاضل بریلوی کا مجاہدانہ کردار پڑھا تو عقیدت اس مقام تک پہنچ چکی تھی کہ اعلی حضرت اور آپ کے گھرانے کے ساتھ ان لوگوں سے بھی انسیت ہونے لگی جنہوں نے رضویات پر کچھ لکھا یا کام کیا مثلا ماہر رضویات پروفیسر مسعود احمد نقشبندی مجددی، مولانا عبدالحکیم شرف قادری، ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی وغیرہم۔

جامعہ اشرفیہ میں دورانِ تعلیم ڈاکٹر امجد رضا امجد صاحب کا بھی علم ہوا

کہ حضرت موصوف کا موضوع بھی اکثر رضویات ہی رہتا ہے چنانچہ فتاویٰ رضویہ کے منتخب مسائل سمیت ان کی کئی تصانیف نظر سے گذریں، جس سے ان کے تعلق سے دل میں ایک نرم گوشہ پیدا ہو گیا۔

اشرفیہ سے فراغت کے بعد خانقاہ عارفیہ سے وابستگی ہوئی، جہاں کے تربیتی نظام اور روحانی ماحول میں کافی ساری تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔فکر کی بے اعتدالی، لہجے کی ترشی، مزاج کی سختی، ایک دوسرے پر علمی برتری کا خمار، اپنے مخالف کو برداشت نہ کرنے کا رویہ، جملے کسنے اور مدمقابل کو لاجواب دیکھ کر خوشی محسوس کرنے کی عادتیں بدلنے لگیں۔ساتھ ہی اسلام کے بارے میں سوچنے اور اسلام کی سربلندی کے تعلق سے غور وفکر کی عادت پیدا ہوئی۔اسلام کے داخلی وخارجی اموراوران میں پیش آنے والی رکاوٹوں کے تعلق سے سوچنے کا ذہن بنا اور آہستے آہستے اختلافی اور غیر سنجیدہ تحریروں سے جی اچاٹ ہونے لگا۔

تقریبا سال بھر سے دوماہی الرّضا کے بارے میں سنا۔ اس کے بعض شمارے دیکھنے کا اتفاق بھی ہوا، لیکن اکثر ایسی تحریریں نظر آئیں جو سوئے ظن اور الزام تراشی پر مشتمل نظر آئیں، اس لیے اس کو دیکھنا بھی چھوڑ دیا۔

ابھی چند دنوں پہلے واٹسپ کے ایک گروپ میں الرضا کے نومبر دسمبر کا

شمارہ اپلوڈ ہوا جس کے ساتھ یہ مختصر تبصرہ بھی تھا کہ اس میں ڈاکٹر امجد رضا امجد صاحب نے مولانا اصغر علی مصباحی کی کتاب کا ردّ کیا ہے۔ڈاکٹر امجد رضا اور مولانا اصغر دونوں نام میرے لیے نئے نہیں تھے۔ نیز مولانا اصغر صاحب کی کتاب قبلِ اشاعت ایک مرتبہ ناچیز نے بھی پڑھی تھی جس میں انہوں نے نہایت ہی سنجیدگی کے ساتھ علم وتحقیق کا جوہر دکھایا ہے۔ ویسے تو مولانا خود ایک سلجھے ہوئے مزاج کے آدمی ہیں، پھر بھی ایک دوجگہ نشاندہی کی کہ یہ الفاظ کچھ سخت معلوم ہوتے ہیں اگر مناسب سمجھیں تو نکال دیں، موصوف نے خندہ پیشانی کے ساتھ اس اصلاح کو قبول کیا اور اخیر میں فائنل کاپی ایسی بن چکی تھی جو طنز وتعریض سے حتی الوسع محفوظ تھی۔ یہی اس کتاب کی خوبی ہے کہ اپنے موقف پر بھاری بھرکم دلائل موجود ہونے کے باوجود کسی پر طنز کرنے اور پھبتی کسنے کا رویہ اختیار نہیں کیا گیا ہے۔

اس کتاب کی اسی خوبی کی بنیاد پر اس کو جامعہ عارفیہ کے نشریاتی شعبہ ’’شاہ صفی اکیڈمی‘‘ سے شائع کیا گیا۔لہٰذا اشتیاق ہوا کہ دیکھا جائے کہ اتنی تحقیقی، محتاط اور مضبوط دلائل سے مبرہن کتاب کا ڈاکٹر امجد صاحب نے کیا ردّ کیا ہے؟ اس ارادے سے اسے ڈاؤنلوڈ کیا اور مطالعے کے بعد جس نتیجہ پر پہنچا وہ معروضات کی صورت میں حاضر ہے۔

پہلا معروضہ

کسی کتاب یا تحریر کا جواب، ردّ یا تعاقب کا عام طور پر یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس کتاب یا تحریر میں کوئی ادبی یا فکری یا شرعی غلطی ہوگی جس کی طرف نشاندہی کرنے اور صحیح موقف اور درست رائے کو دلائل کی روشنی میں واضح کیا گیا ہوگا۔ جیسا کہ اعلی حضرت فاضل بریلوی نے علمائے دیوبند کی فکری و شرعی غلطیوں پر مشتمل کتابیں دیکھیں تو آپ نے زبردست علمی انداز میں تعاقب کیا اور دلائل کی روشنی میں بتایا کہ صحیح اسلامی فکر کیا ہے اور یہ کہ جو لہجہ اور زبان علمائے دیوبند نے آقا کریم علیہ التحیۃ والثنا کے لیے استعمال کی ہے وہ بے ادبی اور گستاخی ہے جس پر فقہا و متکلمین کا یہ حکم ہے۔
چنانچہ یہ سوچ کر کہ دیکھتا ہوں اس کتاب کی کس علمی یا فکری یا شرعی غلطی کی نشاندہی کی گئی ہے اور کس دلیل کا ردّ کیا گیا ہے تا کہ علم میں اضافہ ہو اور صحیح رائے اختیار کی جائے، جب یہ تحریر پڑھی تو مجھے یقین نہ ہوا کہ یہ واقعی ایک علم دوست، اہل سنت کے مخلص اور رضویات پر کام کرنے والے عالم کی تحریر ہے! لیکن حضرت کے لہجے، اسلوب اور انداز تحریر کے نوک و پلک سے واقف ہونے اور الرّضا کا اداریہ بننے کی وجہ سے بہر حال یہ یقین کرنا پڑا کہ یہ تحریر تو حضرت امجد صاحب کی ہی ہے۔

لیکن یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ ڈاکٹر امجد رضا صاحب نے مولانا اصغر مصباحی صاحب کی اس کتاب میں موجود کسی رائے یا اس کے دلائل کو چھیڑنے کی بھی زحمت نہیں کی ہے۔اس پر کسی طرح کا کوئی علمی اور شرعی کلام بھی نہیں کیا ہے۔نہ کسی دلیل کے بارے میں یہ کہا ہے کہ فلاں بات کی جو یہ دلیل دی گئی ہے وہ شرعی اعتبار سے غلط ہے اور اس کے دلائل وشواہد یہ ہیں اور نہ اس کتاب کی تاریخی شواہد پر گفتگو کی بلکہ اس کی بجائے دلائل کو دیکھے بغیر، شواہد کو نظر انداز کر کے یہ بتانے کی کوشش کی کہ اس کتاب میں پیش کی گئی بات فلاں فلاں علما ومشائخ، فلاں فلاں خانقاہ اور فلاں فلاں کتبِ فتاویٰ کے خلاف ہے اس لیے یہ کتاب ''اہل سنت کی پشت میں خنجر'' کے مترادف ہے۔

دوسرا معروضہ

مانا کہ کتاب میں پیش کی گئی فکر آپ کی فکر کے خلاف ہے لیکن یہ کس قدر عجیب بات ہے کہ ایک عالم دین کسی کتاب کے مشمولات، دلائل و براہین، تاریخی حقائق، کتاب میں پیش کی گئی مثال اور ممثل لہٗ کی مطابقت اور دیگر علمی طریقوں کو نظر انداز کر کے صرف ان کے خلاف زہر افشانی اور پروپیگنڈہ کرے۔ یہ تو اَن پڑھ اور اہل فتن کا طریقہ ہے کہ وہ کسی رائے کی صحت کا فیصلہ اس پر عمل کرنے والوں کی کثرت دیکھ کر کرتے ہیں۔جس کے

لیے وہ مجبور بھی ہیں اور معذور بھی۔ کیوں کہ ان بے چاروں میں اتنی صلاحیت ہی نہیں ہوتی کہ وہ دلائل کی چھان بین اور ان میں راجح و مرجوح قول کی تعیین اور متضاد درایوں میں مطابقت کر سکیں۔

لیکن کسی عالم دین کو یہ کہاں زیب دیتا ہے کہ وہ غیر علمی طریقوں کو اپناتے ہوئے اپنے مخالف کے خلاف پروپیگنڈہ کرے اور واویلا مچائے؟۔ اس لیے ڈاکٹر صاحب کی بارگاہ میں ناچیز کا مودّبانہ عریضہ ہے کہ وہ بیان کریں کہ انہوں نے کس وجہ سے عالمانہ طریقے سے روگردانی کی؟ کیا آپ میں علمی صلاحیت نہیں ہے؟ کیا آپ کو علم فقہ سے واقفیت نہیں ہے؟ کیا آپ اصول فقہ نہیں جانتے؟ کیا آپ نے تاریخ کا مطالعہ نہیں کیا؟ کیا آپ کو اصول حدیث کی شد بد نہیں ہے؟ کیا آپ دلائل کی چھان بین نہیں کر سکتے؟ کیا آپ راجح و مرجوح کا تعین نہیں کر سکتے؟ اور اگر کر سکتے ہیں تو آپ نے ایسا کیوں نہ کیا؟ کیا آپ نے صرف اس لیے غیر علمی اور غیر اسلامی طریقہ اپنایا کہ یہ کتاب آپ کے موقف کے خلاف ہے؟ اور آپ سے اس کا علمی جواب نہیں بن پا رہا ہے؟ یا پھر کیا وجہ ہے؟ برائے کرم جواب سے ضرور آگاہ فرمائیں، ناچیز کی طرح آپ کے دیگر بہت سے محبین اس کی اصل وجہ معلوم کرنا چاہتے ہوں گے۔

دراصل حقیقت بھی یہی ہے کہ اس کتاب میں پیش کیے گئے دلائل اس

قدر مضبوط ہیں کہ ان کے تعلق سے آدمی لکھے گا بھی تو کیا لکھے گا؟ اس کتاب میں فریقین کا موقف اور اس کے دلائل پیش کر دیئے گئے ہیں اور کہا گیا ہے کہ خواہ جو بھی طریقہ اختیار کیا جائے بہر حال وہ مستحب ہے اور مستحب عمل کی مخالفت بقول اعلی حضرت فاضل بریلوی ''استلزام کراہت تنزیہی'' بھی نہیں ہے۔ ایسے مسئلے میں ایک دوسرے سے دست بگریباں ہونا مناسب نہیں اور موجودہ حالات میں تو اور بھی غیر مناسب ہے۔ اب مخالف کے حق میں کہنے کے لیے کیا رہ جاتا ہے؟ یہی کہ شروع اقامت میں کھڑا ہونا مستحب نہیں بلکہ حیّ علی الصلاۃ کے وقت مستحب ہے۔؟ لیکن مولانا اصغر مصباحی نے اسے بھی لکھ دیا۔ جو لوگ کسی مسئلے کے صرف ایک پہلو کو پیش کرتے ہیں اور دوسرے پہلوؤں بلفظ دیگر اپنی رائے کے برخلاف پہلوؤں کو نظر انداز کر دیتے ہیں وہ دراصل علمی خیانت کے مرتکب ہوتے ہیں جس سے یہ کتاب مکمل پاک ہے۔

تیسرا معروضہ

ڈاکٹر امجد رضا صاحب قبلہ! آپ نے عوام کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ خانقاہ عارفیہ میں فرق باطلہ کے موقف کی تائید میں شروع اقامت میں کھڑا ہوتے ہیں اور اعلی حضرت کی یہ عبارت پیش کی ہے کہ:

''مجلس مبارک کی عدم حاضری اگر بربنائے وہابیت نہ ہو تو اس کے

پیچھے نماز درست ہے لیکن ان علاقوں میں صورت انکار وکراہت بے ضلال اصول وہابیت پائی نہیں جاتی، مجلس مبارک وقیام مقدس سے یہاں وہی منکر ہیں جو وہابی گمراہ وخاسر ہیں۔"

یہاں اس بات سے تو ہمیں بھی اتفاق ہے کہ "اگر کوئی شروع اقامت میں بر بنائے وہابیت کھڑا ہوتا ہے تو یہ جائز نہیں اور یہ بات آپ بھی جانتے ہیں خانقاہ عارفیہ میں شروع اقامت میں لوگ بر بنائے وہابیت نہیں بلکہ بر بنائے توارث مشائخ کھڑے ہوتے ہیں، یہ کتاب اس لیے لکھی ہی گئی ہے کہ اس مسئلے میں خانقاہ کا موقف اور اس پر دلائل پیش کر دیئے جائیں کہ یہ مسئلہ علمائے اہل سنت کے درمیان مختلف فیہ رہا ہے اور دونوں صورتیں اہل سنت کی ہیں اور یہ کہ یہ ایک مستحب مسئلہ ہے اس پر لڑنا جھگڑنا مناسب نہیں۔ اب آپ کی بارگاہ میں عرض ہے کہ کیا آپ نے مولانا اصغر صاحب کی کتاب پڑھے بغیر اسے خلاف سنت ٹھہرانے کی کوشش کی ہے یا اسے پڑھی بھی ہے؟ اور اگر آپ نے کتاب پڑھی تو آپ نے اس کتاب میں مذکور یۂ بات بھی ہوگی کہ اہل سنت کے فقہی مذاہب کا اس مسئلے میں کیا موقف ہے؟ تو آپ اسے زبردستی "بر بنائے وہابیت" یا "برائے حمایت فرق باطلہ" ثابت کرنے پر کیوں تلے ہیں؟

دراصل ناچیز آپ کی نیت پر شک کرتے ہوئے آپ پر حاسد ہونے،

الزام تراشی کرنے اور جان بوجھ کر اہل سنت میں انتشار برپا کرنے کی سازش رچنے کا الزام نہیں ڈالنا چاہتا، اس لیے بالواسطہ و بلاواسطہ آپ کی اس حرکت کی وجہ جاننا چاہتا ہے۔امید ہے مایوس نہیں فرمائیں گے۔

یہاں اطلاعاً عرض ہے کہ مشائخ عارفیہ کے مورث اعلی مخدوم بہاء الدین سالار عثمانی ساتویں صدی ہجری اور تیرہویں صدی عیسوی میں بحیثیت سپہ سالار ہندوستان آئے تھے۔الہ آباد واطراف میں کثرت سے ان کی نسل آباد ہے۔انیسویں صدی میں سلطان العارفین مخدوم شاہ عارف صفی قدس سرہ (۱۸۶۱ء- ۱۹۰۳ء) ہندوستان کے قدیم سلسلہ چشتیہ نظامیہ مینائیہ سے وابستہ ہوئے۔جب سے اب تک خانقاہ کی تاریخ میں شروع اقامت میں کھڑا ہونے کی روایت ہے۔اب آپ ہی بتایئے کہ بیچ میں وہابیت کہاں سے آگئی؟ خانقاہ عارفیہ کی روایت میں تو کبھی تبدیلی ہوئی ہی نہیں۔

کیا اب آپ پر شرعی شہادت اور ثبوت پیش کرنا فرض نہیں ہو چکا ہے؟ کیا آپ نہیں جانتے کہ کسی سنی پر وہابیت کی تہمت لگانا کتنا بڑا جرم ہے؟ کیا یہ بھی بتانے کی حاجت ہے؟

چوتھا معروضہ

آپ نے اپنی تحریر میں بی جے پی کے منشور اور مسلمانوں کے موجودہ

حالات کا ذکر کیا ہے اور کہا کہ ایسے حالات میں یہ کتاب لکھنا بی جے پی کے منشور کو پورا کرنا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے دل میں مسلمانوں کے مسائل سے کتنی دل چسپی، درد اور اخلاص ہے۔ لیکن ناچیز آپ کی زبان سے سننا چاہتا ہے کہ کیا واقعی ایسا ہے؟ کیا حقیقت میں آپ مسلمانوں میں اتحاد چاہتے ہیں؟ یہ بات صرف اس لیے پوچھ رہا ہوں کہ آپ کی حرکتوں سے ایسا نہیں لگتا کہ آپ کے دل میں مسلمانوں کی ذرہ برابر بھی کوئی فکر ہے۔ کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو آپ اس کتاب کے خلاف پروپیگنڈہ نہیں کرتے بلکہ اس کی باتوں کو سمجھنے کی کوشش کرتے اور اگر آپ کو اختلاف ہوتا تو دلائل کے ساتھ اپنی بات رکھتے جس طرح مولانا اصغر علی مصباحی نے رکھی ہے۔

تعجب ہے آپ الٹا خانقاہ عارفیہ پر اتحاد توڑنے کا الزام لگاتے ہیں اور ان کے خلاف پروپیگنڈہ کر رہے ہیں۔ حالاں کہ انہوں نے تو سیدھے طریقے سے صرف اپنی بات رکھی ہے۔ نہ کسی کی نیت پر شک کیا، نہ کسی پر الزام ڈالا، نہ کسی کی ذاتیات پر اترے، نہ کسی کی کردارکشی کی کوشش کی گئی اور نہ کسی کو برا بھلا کہا تو آخر ان کا قصور کیا ہے؟ کیا ان کا قصور یہ ہے کہ وہ اپنے مشائخ کے توارث پر عمل کرنا چاہتے ہیں؟ یا ان کا قصور یہ ہے کہ وہ دوسروں کو اپنی بات منوانے کے لیے تشدد اور اصرار نہیں کرتے؟

دادا گیری کی حد ہو جاتی ہے حضرت! کہ ایک خانقاہ کے مریدین و متوسلین کو اس لیے پریشان کیا جا رہا ہے کہ ان کی خانقاہ میں اقامت کے وقت کھڑے ہو جاتے ہیں، ان کو ٹارچر کیا جاتا ہے کہ تم شریعت کے خلاف کرتے ہو، تم وہابی ہو گئے ہو وغیرہ وغیرہ اور جب اس خانقاہ سے اپنے موقف پر ایک کتاب شائع ہوتی ہے اس پر واویلا مچایا جا رہا ہے، اسے مخالفِ اہل سنت ثابت کرنے کا ہر حربہ استعمال کیا جا رہا ہے اور آپ جیسے لوگ بھی جھوٹ، فریب، اتہام بازی اور الزام تراشی سے باز نہیں رہ پا رہے ہیں؟

آپ کے جھوٹ اور الزام و اتہام پر میں روشنی ڈال رہا ہوں لیکن اس وقت آپ یہ بتائیے کہ کیا آپ واقعی مسلمانوں کے مسائل کے تعلق سے مخلص ہیں؟ اگر ہاں تو آپ کو چاہیے تھا کہ آپ یہ اداریہ لکھتے کہ بھائی! ہندوستان کے موجودہ حالات میں مسلمانوں کا اتحاد ضروری ہے۔ اس لیے جو لوگ خانقاہ عارفیہ اور اس کے متوسلین پر طعن و تشنیع کرتے ہیں وہ ایسا ہرگز نہ کریں، کیوں کہ یہ ایک مستحب مسئلہ ہے اور اس میں لڑنا جھگڑنا مناسب نہیں۔ چلیے آپ نے ایسا نہیں لکھا لیکن اگر آپ واقعی اس وقت سنیوں میں انتشار نہیں چاہتے بلکہ مسلمانوں کا اتحاد پسند تھا تو آپ اپنے اداریہ میں اپنے موقف پر دلائل پیش کرتے، مسلمانوں کو جس پر عمل کرنا ہوتا کر لیتے لیکن آپ نے ایسا بھی نہیں کیا بلکہ پروپیگنڈے میں مصروف

ہو گئے، اداریہ لکھا، کتابچہ تیار کیا، مسلمانوں میں انتشار برپا کرنے کی کوشش کی۔ اس کے باوجود قصور خانقاہ عارفیہ کا!

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
تم قتل بھی کرتے ہو تو چرچا نہیں ہوتا

آپ خود بتائیں حضرت! یہ مذہبی دھاندلی کی انتہا نہیں ہو گئی؟ کیا شریعت میں اس کی اجازت ہے؟ کہ اپنے موقف سے اختلاف کرنے والوں کا جینا مشکل کر دو، ان کو اپنی بات کہنے کا موقع بھی نہ دو؟ حضرت میں آپ کی وضاحت کا منتظر رہوں گا کہ کس طرح انتشار برپا کرنے کے باوجود آپ مسلمانوں کے خیر خواہ ہیں؟ اور یہ بھی بتائیں کہ مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کی آپ کی یہ کوشش شعوری ہے یا غیر شعوری؟ اگر شعوری ہے تو کس لیے ایسا کر رہے ہیں؟ اس کے پیچھے کوئی ذاتی مقصد ہے یا آر ایس ایس کے اشارے سے ایسا کر رہے ہیں؟

دیکھیے حضرت! نئی نسل کو اب بین السطور سے کوئی مطلب نہیں، وہ ''صاف ستھرا اور واضح موقف'' پر یقین رکھتی ہے۔ اندر کچھ باہر کچھ، دل میں کچھ زبان میں کچھ، ذاتی مجلس میں کچھ اور جلسوں میں کچھ، تحریر میں کچھ اور عمل میں کچھ جیسے ڈبل اسٹینڈرڈ سے انہیں نفرت ہے اس لیے ہم ہر مسئلے کی وضاحت خود آپ سے چاہتے ہیں۔

پانچواں معروضہ

ہمیں یہ سمجھ میں آتا کہ آپ جس اسلام کی خدمت کا دعویٰ کرتے ہیں اور جس مسلک کی حمایت کا دم بھرتے ہیں اس میں اپنے موقف سے اختلاف کرنے والوں کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے کے لیے شرعی حدود پھلانگنے کی بھی شاید اجازت مل جاتی ہے، صریح حرام کا ارتکاب کرنے کی بھی چھوٹ مل جاتی ہے۔ اسلام کا مطالعہ تو ہم نے بھی کیا ہے، لیکن اس میں کہیں بھی اپنے مخالف کو زیر کرنے کے لیے جھوٹ اور اتہام والزام تراشی کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔ ذیل میں آپ کے چند اتہامات پر روشنی ڈالی جارہی ہے۔

آپ کا پہلا اتہام:

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اس کتاب میں:

”(۱) کذب، (۲) بہتان، (۳) غلط بیانی، (۴) بے سروپا، (۵) زبانی ادعا اور (۶) بزرگوں کی گستاخی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔“

کیا آپ ان چھ چیزوں کو ثابت کرسکتے ہیں؟ اور کیا آپ واقعی تسلیم کرتے ہیں کہ اس کتاب میں ان چھ چیزوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے؟ ہماری رائے میں آپ کم از کم ایک مرتبہ مزید بغور مطالعہ کریں اور پھر ہمیں حقیقت سے آگاہ کریں۔

دوسرا اتہام:

آپ نے خانقاہِ عارفیہ کے مزاج و منہج کی شناخت کے لیے چند باتیں شمار کرائی ہیں جو بالترتیب یہ ہیں:

❀ **دعویٰ تقلید کے باوجود تقلید سے بے زاری**

کیا آپ یہ دکھا سکتے ہیں کہ خانقاہ سے یہ اعلان جاری ہوا ہے کہ وہ لوگ دعویٰ تقلید کے باوجود تقلید سے بے زار ہیں؟ یا آپ نے خانقاہ والوں کا دل چیر کر دیکھ لیا؟ یا آپ پر وحی کا نزول ہوا؟ یا آپ پر الہام ہوا؟ اگر الہام ہوا بھی ہو تو کیا شریعت اسلامیہ میں الہام کی بنیاد پر کسی کو مجرم قرار دیا جانا درست ہے؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو آپ نے یہ دعویٰ کرنے سے پہلے علمی تحقیق اور شرعی طور پر اتمام حجت کیوں نہیں کیا؟ کیا تبیین کا قرآنی حکم آپ کے لیے نہیں آیا ہے؟ یا آپ اس قرآنی حکم کے مکلف نہیں ہیں؟ اگر ان میں سے کچھ نہیں تو کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ آپ کے فہم کی خطا، دماغ کا بخار، آپ کی روح کا اضطراب اور قلب کا تنفر ہے جو تحریر میں مسلسل ظاہر ہو رہا ہے؟ اور اس کے ذریعے آپ بڑی بیباکی سے شریعت کو پامال کر رہے ہیں؟ امت کو فتنہ میں مبتلا اور مسلمانوں کی عزت کو نیلام کر رہے ہیں؟ بلکہ لاشعوری طور پر جماعت اہلِ سنت کو فرقے میں تبدیل کرنے کی کوشش مصروف ہیں جو بلا شبہ اس دور میں مسلمانوں کو زندہ درگور کرنے کے مترادف ہے۔

ان تمام جرائم کے آپ مرتکب ہیں، آپ کی ذات شریعت محمدی کی زد میں ہے، آپ پر شریعت کا مواخذہ باقی ہے۔ اللہ کے واسطے آپ اپنے ایمان کے ساتھ عمل کی بھی حفاظت کی فکر کریں اور امت مسلمہ پر نہ سہی کم از کم اپنی ذات پر ضرور رحم کھائیں۔

تیسرا اتہام:

۞ کسی ایک امام کی پیروی کرنے پر طعن

یہاں بھی سوال وہی ہے کہ کیا خانقاہ والوں نے کسی کتاب میں طعن کیا ہے؟ یا کسی خاص حالت میں بعض متشددین کی کیفیت بیان کی ہے؟ اور کیا آپ نے اس کی وضاحت طلب کی؟ پھر کیسے یہ الزام دھر دیا؟

چوتھا اتہام:

۞ قرأت خلف امام میں غیر مقلدین کے حمایت

کیا آپ قرأت خلف امام کے تعلق سے خانقاہ عارفیہ کا موقف بتا سکتے ہیں؟ فرض کیجیے ان کا موقف جواز کا ہے تو کیا دلیل ہے کہ انہوں نے اس میں غیر مقلدین کی حمایت میں یہ موقف اختیار کیا ہے؟ ہر معاملہ جو آپ کے موقف کے خلاف ہو تو آپ اس کو وہابیت سے جوڑتے ہیں اور اپنے موقف کے خلاف جانے والے اپنے ہی لوگوں کو وہابی ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کیا یہی اسلامی طریقہ ہے؟

آپ کے مطابق شروع اقامت میں کھڑا ہونا بھی غیروں، بدمذہبوں، وہابیہ کی حمایت ہے۔ مسائل فقہیہ میں کوئی علمی رائے اختیار کرنا بھی غیر مقلدین کی حمایت ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کل کو آپ یہ کہنے لگیں کہ غیر مقلدین چوں کہ اللہ کو ایک مانتے ہیں اس لیے ہم دو مانیں گے۔ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو آخری نبی مانتے ہیں ہم نہیں مانیں گے، وہ نماز پڑھتے ہیں ہم نہیں پڑھیں گے اور ابھی تو خبر آئی ہے کہ سعودی میں میلاد النبی منانے کی چھٹی دی گئی ہے تو کہیں آپ یہ نہ کہہ بیٹھیں کہ میلاد النبی منانا بھی وہابیوں کی علامت ہے۔ حضرت! آپ کی بھی اپنی کوئی حیثیت ہے کہ نہیں؟ قرآن و حدیث صرف وہابیوں کے لیے ہے یا ہمارے لیے بھی؟ صرف وہی مسائل جانتے ہیں یا آپ بھی کچھ جانتے ہیں؟ حد ہوگئی الزام تراشی کی!

پانچواں اتہام:

۞ تین طلاق کے مسئلہ میں غیر مقلدین کی حمایت

لیجیے ایک اور الزام! جو کہ سراسر اتہام ہے۔

چھٹواں اتہام:

۞ دعویٰ حنفیت کے باوجود اپنے مطلب کے لیے کسی بھی امام کے قول کو اختیار کرنے پر اصرار

حضرت! اب بتایئے اس ڈھٹائی پر کیا کہیں گے آپ؟ یہ آپ سے کس

نے کہہ دیا کہ یہاں مطلقاً کسی بھی امام کے قول پر عمل کرلیا جاتا ہے؟ اگر بات ضرورت وحاجت کے وقت کی ہے تو اس پر تو فقہائے متقدمین ومتاخرین سبھی کا عمل ہے۔ خود اعلی حضرت اور مفتی اعظم ہند نے ضرورت پڑنے پر دوسرے امام کے قول پر عمل کا فتویٰ دیا ہے۔ تفصیل کے لیے علامہ مفتی نظام الدین برکاتی، صدر مفتی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی کتاب ''فقہ حنفی میں حالات زمانہ کی رعایت'' کا مطالعہ کریں اور ہمیں نہیں لگتا کہ یہ تفصیلات آپ کی نگاہ میں نہیں ہوں گی؟ پھر یہ الزام تراشی کیسی؟ اس پر مستزاد یہ کہ خانقاہ عارفیہ والے اس پر اصرار بھی کرتے ہیں۔ اللہ کی پناہ! پتہ نہیں کس دین کے پیروکار ہیں آپ جس میں اس قدر الزام واتہام کی اجازت دے دی جاتی ہے۔؟

ساتواں اتہام:

۞ غیر مقلدین کے پیشوا ابن تیمیہ وابن قیم کی حمایت اور اپنے موقف پہ ان سے استدلال

یہ بھی اتہام ہے کہ خانقاہ عارفیہ ابن تیمیہ و ابن قیم کی حمایت کرتی ہے۔ جس کی وضاحت خانقاہ سے بار بار کی جا چکی ہے۔ لیکن پتہ نہیں آپ اسے زبردستی خانقاہ کا موقف بتانے پر کیوں مصر ہیں؟

آپ ہی بتائیں کہ اپنے موقف پر غیروں کو مطمئن کرنے کے لیے ان کے علما وائمہ اور مسلم شخصیات کی کتابوں اور نظریات سے استدلال

کرنے میں کون سی شرعی خرابی اور گمرہی کی بات ہے؟ امید ہے حضرت اس پر بھی ضرور روشنی ڈالیں گے۔

آٹھواں اتہام:

۞ اہل قبلہ کی تکفیر کے مسئلہ میں مردود نظریہ کی پیروی۔

یہ بھی صریح الزام و اتہام ہے۔کیا حضرت یہ بتانے کی زحمت گوارا فرمائیں گے کہ اہل قبلہ کی تکفیر میں مردود نظریہ کیا ہے؟ اور مقبول نظریہ کیا ہے؟ اور اہل خانقاہ عارفیہ کا موقف کیا ہے؟ اور وہ مردود کیسے ہے؟ خانقاہ عارفیہ کا وہی موقف ہے جو ائمہ کلام اشاعرہ و ماتریدیہ کا ہے۔آپ اگر خانقاہ کے موقف کو مردود قرار دیتے ہیں تو اس سے پہلے ائمہ متکلمین اور بابِ تکفیر میں جمہور اہل سنت کے موقف کی تردید کرنی ہوگی ورنہ خانقاہ عارفیہ کے علما پر آپ نے جو الزام لگایا ہے اس سے اعلانیہ توبہ کرنا ہوگا اور یہ آپ کے لیے زیادہ آسان اور مفید ہے۔اللہ آپ کو خیر کی ہدایت دے۔

۹واں اتہام:

۞ مسئلہ علم غیب پہ اہل سنت کے علمی مباحث کو لغو قرار دینے کے ساتھ اہل سنت پر علم رسول کو علم الٰہی سے ملانے کا الزام

خانقاہ عارفیہ کا ایسا کوئی موقف نہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ خانقاہ عارفیہ اہل سنت پر شرک کا الزام لگائے۔

یہاں یہ بات واضح رہے کہ اس وقت خانقاہ عارفیہ میں دو درجن سے زائد اہل قلم موجود ہیں اور کثرت سے اہل علم خانقاہ کی طرف رجوع کر رہے ہیں۔ وہاں کے تربیتی نظام اور فکری اعتدال سے متاثر ہو رہے ہیں۔ یہ حضرات اپنے آپ میں مستقل اہمیت کے حامل ہیں، ان میں سے ہر ایک کی اپنی فکر، اپنا طرز، اپنا اسلوب، اپنی پہچان اور اپنی شناخت ہے۔ وہ خانقاہ میں آنے سے پہلے بھی لکھتے رہے ہیں اور خانقاہ میں آنے کے بعد بھی لکھ رہے ہیں۔ اگر ان میں سے کسی نے خانقاہ سے منسلک ہونے کے بعد یا پہلے کسی گمراہ نظریہ و فکر کی یا کسی ضال و مضل فرد کی تردید کی یا کسی افراط و تفریط اور غلو و جہالت کا رد کیا ہو اور آپ اس کو اہل سنت کا رد و ابطال بنا کر پیش کرنے کی کوشش کریں تو جان لیں کہ آپ کی یہ کوشش اہل سنت کے شیرازے کو مزید منتشر کرنے کی کوشش مانی جائے گی اور دینی، علمی خیانت کہی جائے گی۔

دسواں اتہام:

۞ مسئلہ اقامت میں وہابیہ و دیابنہ کی پیروی

اس پر گفتگو ہو چکی ہے۔ خانقاہ عارفیہ مسئلہ اقامت میں اپنے مشائخ کے توارث پر قائم ہے۔ حضرت داعی اسلام دام ظلہ جماعت کے وقت بائیں جانب سے تشریف لاتے ہیں اور انہیں دیکھتے ہی سب لوگ کھڑے

ہو جاتے ہیں جو عین سنت کے مطابق اور فقہ حنفی میں جائز تین صورتوں میں سے ایک ہے۔اب آپ بتائیں کہ اس عمل میں آپ کو وہابیت کی بو کہاں سے آ گئی؟

۱۱واں اتہام:

۞ اپنے غلط موقف پہ استدلال کے لیے بعض غیر سنی خانقاہوں کا حوالہ

یہ بھی الزام ہے۔ اولاً تو یہ ثابت کیا جائے کہ خانقاہ عارفیہ کا کون سا موقف غلط ہے؟ اور کون خانقاہ سنی ہے اور کون نہیں؟ اس کی فہرست آپ جاری کریں۔

پھر آپ کو میں بتاؤں گا کہ ہندوستانی سنی علما کے نزدیک آپ خود سنی ہیں کہ نہیں؟ پہلے آپ کی فہرست کا انتظار رہے گا۔

۱۲واں اتہام:

۞ ہمیشہ اختلافی مسائل میں وہ موقف اختیار کرنا جو اہل سنت کے خلاف ہو

یہ بھی اتہام ہے۔ پتہ نہیں ''اہل سنت'' کا وہ کون سا خاص معنی و مطلب حضرت کے ذہن میں موجود ہے جس پیمانے پر آپ کسی شخص یا موقف کے سنی اور غیر سنی ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں؟

اب آپ ہی بتائیں کہ کسی خانقاہ کو زبردستی ایسی باتوں کا پابند بنانا جن

کا وہ مرتکب ہی نہ ہو؟ بلکہ جوان کے حاشیہ خیال میں بھی نہ ہو، انتہائی اخلاقی پستی ہے کہ نہیں؟ اور کیا شریعت مطہرہ اس کی اجازت دیتی ہے؟ پھر کس مسلک کی اشاعت کرنا چاہتے ہیں آپ؟

خانقاہ عارفیہ کے تعلق سے آپ کے استاد گرامی فقیہ النفس حضرت مفتی مطیع الرحمن رضوی صاحب نے بھی لکھا ہے کہ اس خانقاہ میں سماع بالمزامیر اور اقامت کے شروع میں کھڑا ہونے کی روایت ہے لیکن یہ بات ایسی نہیں ہے جسے سنیت یا مسلک اعلیٰ حضرت کی مخالفت کہا جائے۔

ہاں اگر آپ ان معمولات کو مدار سنیت جانتے ہیں تو آپ یہ اعلان کر دیں کہ جن جن علمی و روحانی خانقاہوں میں یہ دونوں روایت ہیں وہ سنی نہیں ہیں۔

۱۳واں اتہام:

آپ نے جامعہ عارفیہ کو بدنام کرنے کے لیے جو یہ کہا ہے کہ وہاں:

”تعلیم پانے والے طلبہ گھر آ کر انہیں معمولات کو رائج کرنے کے لیے جدال و پیکار تک کے لیے آمادہ ہو جاتے ہیں جو وہ سراواں میں دیکھتے ہیں۔“

آپ نے ”آمادہ ہو جاتے ہیں“ اور ”دیکھتے ہیں“ جیسے الفاظ استعمال کیے ہیں جس سے سمجھ میں آتا ہے کہ اس طرح کے واقعات اکثر پیش آتے رہتے ہیں۔ حالاں کہ یہاں کے طلبہ ایسا ہرگز نہیں کرتے۔

ہمارے طلبہ الحمد للہ فکری، علمی اور عملی اعتبار سے معتدل ہوتے ہیں۔
خود خانقاہ کے اساتذہ بلکہ حضرت داعی اسلام بھی اس پر اصرار نہیں کرتے۔
چہ جائے کہ جدال و پیکار کے لیے آمادہ ہوں، یہ نہایت ہی غیر منصفانہ بات
ہے۔ اگر آپ کے پاس ایسی مثالیں موجود ہیں تو شرعی ثبوت کے ساتھ ان کو
پیش کریں۔ ورنہ اہل ایمان پر الزام تراشی کی شرعی سزا اپنی ذات کے لیے
خود متعین کریں اور اپنے تائب ہونے کی خبر سے عوام الناس کو بھی باخبر کریں
۔ ہم آپ کے لیے دعا گو ہیں۔

چھٹا معروضہ

اپنی ابتدائی سطروں میں آپ نے لکھا:

’’یہ کیسی سنی خانقاہ ہے، اس کا اندازہ اسی سے لگائیے کہ اس کا تعلق
ہندوستان کی ایسی علمی و متحرک اور زندہ خانقاہ سے نہیں جو اہل سنت کی
نمائندہ ہو۔‘‘

یعنی آپ کے نزدیک کوئی خانقاہ اس وقت معتبر ہوگی جب وہ کسی ایسی
خانقاہ سے تعلق رکھتی ہو جو خانقاہ:

(۱) ہندوستانی ہو۔

(۲) سنی ہو۔

(۳) علمی ہو۔

(۴) متحرک ہو۔

(۵) زندہ ہو۔

(٦) اور اہل سنت کی نمائندہ ہو۔

جب تک کوئی خانقاہ مندرجہ بالا شرائط پر پورا نہ اترے اس وقت تک آپ کے نزدیک وہ ''معتبر'' یا ''سنی خانقاہ'' قرار نہیں پائے گی۔

تو حضرت والا! سے گذارش ہے کہ ''سنی خانقاہ'' کے لیے یہ شرائط آپ نے کہاں سے اخذ فرمائی ہے؟ قرآن و حدیث میں تو نہیں ہے، اعلی حضرت نے بھی کہیں نہیں لکھا اور نہ حضور مفتی اعظم نے کہیں یہ شرائط بیان کیے ہیں۔ پھر آپ نے یہ شرائط کہاں سے نکالے ہیں؟ کیا آپ اللہ و رسول اور اعلی حضرت، مفتی اعظم ہند اور دیگر علمائے اہل سنت سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں کہ ان کے برخلاف سنیت کی شرائط طے کرنے لگے؟ اب جب طے کر ہی دیا ہے تو یہ بھی بتا دیں کہ ہندوستانی ہو تو کیسا ہندوستانی ہو؟ متحدہ ہندوستانی؟ منقسم ہندوستانی؟ سنی ہو تو کیسا ہو؟ آپ کے نزدیک سنیت کی تعریف کیا ہے؟ اور ہندوستان میں کون خانقاہ سنی ہے اور کون نہیں اس کی بھی ایک فہرست جاری فرمادیں۔ علمی ہو تو اس کی بھی تفصیل بتادیں کہ کیسی علمیت ہو؟ ایسی علمیت کہ اس سے اختلاف کی کوئی گنجائش نہ ہو یا تھوڑی بہت ہو یا اس سے بالکل اختلاف کر سکتے ہوں؟ متحرک ہونے کا کیا مطلب ہے وہ بھی واضح

کردیا جائے۔کیا متحرک ہونے کے لیے ایک عدد مسجد کی ضرورت ہے یا اس کے ساتھ ایک عدد مدرسہ بھی ضروری ہے؟ پھر زندہ ہونے کا کیا مطلب ہے یہ بھی بتادیں؟ پھر نمائندہ ہونے کا کیا مطلب ہے؟ کیا مدرسے والی خانقاہ مراد ہے؟ اگر ہاں تو کتنے بچے والا مدرسہ چاہیے؟ کیا اس میں دارالافتا اور مجلس شرعی کا قائم ہونا بھی ضروری ہے؟

نیز یہ بھی بتادیں کہ اہل سنت کے کتنے اور کن افراد کی نمائندگی کرنے والا ہو؟ صرف ہندوستان میں کسی ایک اسٹیٹ یا شہر کی نمائندگی کافی ہوگی یا پورے ہندوستان کی نمائندگی ضروری ہے؟

پھر صرف اردو بولنے سمجھنے والے سنیوں کی نمائندگی کافی ہوگی یا بنگلہ، ملیالم، تمل بولنے والے سنی مسلمانوں کی بھی نمائندہ ہو؟ یا دنیا کی ساری زبانیں بولنے والے سنیوں کی نمائندگی مراد ہے؟ جو بھی ہو یہ ساری تفصیلات مہیا فرمائیں تاکہ آپ کے خود ساختہ اصول پر کم از کم آپ کے چاہنے والے اپنی اپنی خانقاہوں کو قائم کرسکیں۔

خانقاہ عارفیہ کے لیے تو قرآن و سنت، اجماع و قیاس اور بزرگوں کی رہنمائی کافی ہے۔ان کو اپنی سنیت ثابت کرنے کے لیے خود ساختہ شرائط کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

ساتواں معروضہ

مولانا اصغرعلی مصباحی کی اس کتاب کی ایک عبارت ''ہندوستانی اہل تصوف اور اہل سنت کے مراکز اعلی حضرت فاضل بریلوی کے فتاویٰ سے بہت زیادہ متاثرنہیں ہوئے ان کے یہاں بھی یہی قدیم توارث (اقامت کے شروع میں کھڑا ہونا) قائم ہے۔آج پوری دنیا کے اہل سنت بشمول احناف اسی پر عامل ہے۔'' کوآپ نے ''ڈھٹائی'' سے تعبیر کیا ہےاوراس کے بعد خانقاہوں، مدارس، علما اورفتاویٰ کی کتابوں کا نام شمار کرکے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ ان کی یہ عبارت غلط ہے۔

حالاں کہ آپ نے بلا وجہ تین چار صفحات سیاہ کیے ہیں کیوں کہ خود مولانا نے اس بات کوتسلیم کیا ہے کہ جو خانقاہیں فاضل بریلوی سے بہت زیادہ متاثرنہیں ہوئیں وہ آج بھی اپنے قدیم توارث پرقائم ہیں۔مثلا خانقاہ چشتیہ نظامیہ دہلی، خانقاہِ شیخ سعد خیرآبادی خیرآباد،خانقاہ کاظمیہ قلندریہ، کاکوری لکھنؤ،اورخانقاہ سلیمانیہ تونس،خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف وغیرہ نے آج بھی اپنے توارث کو باقی رکھا ہے۔اس کے علاوہ خانقاہوں نے آپ جیسے حضرات کے واویلا مچانے اور ہنگامہ کرنے کی وجہ سے اپنی شرافت کے پیش نظر جواب اور جواب الجواب کا سلسلہ جاری کرنے سے زیادہ اپنے توارث کوترک کرنا ہی مناسب خیال کیا۔

جی ہاں! اعلی حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ سے پہلے غیر منقسم ہندوستان میں ساری خانقاہوں میں اقامت کے شروع ہی میں کھڑے ہونے کی روایت تھی۔ یہ تو بعد میں اعلی حضرت نے تحریک احیائے سنت چھیڑی اور آپ کے شاگردوں یا شاگرد کے شاگردوں نے مشائخ کے قدیم توارث کو بدلا۔

یوں ہی اذان ثانی میں بھی اعلی حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی کی تحقیق کے بعد جہاں ان کے متبعین ہوئے اور ان کا فتوی نافذ کیا گیا آج بھی صرف وہیں اذان خطبہ مسجد کے باہر ہوتی ہے اور جن علمی و روحانی مراکز نے اپنے اسلاف کے توارث کی حفاظت کی، وہاں آج بھی اذان ثانی داخل مسجد عند المنبر ہی ہوتی ہے۔ یہ تو برصغیر کی بات ہوئی، عالم عرب میں آج بھی مساجد اہل سنت میں مسجد کے اندر ہی اذان ہوتی ہے۔

ہندوستان کے اندر ماضی میں اس سلسلے میں اہل اسلام کا توارث کیا تھا؟ اس سلسلے میں اعلی حضرت فاضل بریلوی کے دو اقتباسات پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ آپ اپنے مکتوب بنام شاہ محمد حمد اللہ کمال (۱) میں لکھتے ہیں:

(۱) یہ مکتوب ۲۳ جمادی الاولی ۱۳۳۲ھ میں لکھا گیا، یہ قلمی مکتوب غیر مطبوع ہے اور ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی کی ملکیت میں ہے۔ (ماہنامہ سنی دعوت اسلامی، ممبئی اگست ۲۰۱۶ء)

''اذان ثانی کا مسئلہ نیاز مند کے یہاں ۳۵ / برس سے جاری ہے۔ اکابر علما آئے اور دیکھا اور انکار نہ کیا۔ بارہ برس ہوئے کہ 'تحفہ حنفیہ' [عظیم آباد] میں اس بارے میں فقیر کا فتوی چھپا۔ بعض بلاد میں جب ہی سے اس پر عمل شروع ہوا اور جہاں نہ ہوا، فقیر نے کوئی تعرض نہ کیا کہ زمانہ کثرت جہل، شیوع فتن کا ہے۔ مگر بحمد اللہ کسی طرف سے کوئی صدائے مخالفت ہے نہ آئی۔''

آپ اپنے ایک اور مکتوب بنام حضرت مولانا انوار اللہ فاروقی (۱) میں لکھتے ہیں:

''حضرت کو معلوم ہو کہ فقیر کا یہ فتوی ۲۲ [۱۳] ھ میں 'تحفہ حنفیہ' میں چھپ کر ملک میں شائع ہو چکا۔ نہ علما نے انکار فرمایا، نہ جہال نے شور مچایا''

فاضل بریلوی کے ان دونوں مکتوبات سے صاف واضح ہے کہ آپ کے فتوی سے پہلے ہندوستان کے تمام شہروں میں اذان ثانی مسجد کے اندر ہی ہوتی تھی، ورنہ ان کے اپنے خیال کے مطابق علما کے انکار اور جہال کے شور مچانے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ فاضل بریلوی کی اس تحریر کے بین السطور سے یہ بالکل واضح ہے کہ ان کا مذکورہ فتوی ہندوستان میں رائج تعامل و توارث کے خلاف تھا۔

---

(۱) مکتوبات امام احمد رضا بریلوی، ص: ۷۹، از مولانا محمود احمد قادری

ڈاکٹر امجد صاحب آپ نے اقامت کے شروع میں کھڑے نہ ہونے والی حالیہ خانقاہوں کی جولسٹ پیش کی ہے اس کے بارے میں یہ بات بھی ذہن نشیں رہنی چاہیے کہ بہت سی خانقاہیں ایسی ہیں جو بعد میں خانقاہ بنی ہیں وہ دراصل خانقاہ تھی ہی نہیں، چہ جائے کہ ان کا کوئی توارث ہو۔ مثلا خانقاہ بریلی، خانقاہ نہیں تھی۔ جب اعلی حضرت فاضل بریلوی کو مارہرہ سے خلافت ملی تب سے وہاں پیری مریدی کا آغاز ہوا، جب کہ اس سے پہلے آپ کے والد اور دادا عالم دین تھے ان سے اوپر کے اجداد فوجی اور عسکری سپہ سالار تھے۔

اسی طرح خانقاہ حشمتیہ کا کوئی وجود نہیں تھا اس کا آغاز تو مولانا حشمت رضا خاں رحمہ اللہ کے بعد سے ہوا۔ تو ان کے توارث کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دیگر خانقاہوں نے بھی اپنا توارث اس لیے چھوڑ دیا کہ چلو مستحب مسئلہ ہی تو ہے اس کے لیے ان مولوی صاحبان سے کیا الجھنا۔ لیکن اگر کوئی خانقاہ اپنے توارث کو باقی رکھنا چاہے تو اس پر واویلا کیوں؟ اور اس کو سنیت سے خارج کرنے کی سعی نامسعود کس بنیاد پر؟ کیا مسئلہ اذان و اقامت مدار سنیت ہے؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو آپ ایسی حرکت کر کے کس کو خوش کرنا چاہتے ہیں؟

آٹھواں معروضہ

آپ نے اپنی اس تحریر میں خانقاہِ عارفیہ کو کبھی وہابیوں سے جوڑنے کی کوشش کی ہے تو کبھی ندوہ سے تشبیہ دی ہے۔ سوال یہ ہے کہ آخر ایک اہل سنت و جماعت کی خانقاہ کو وہابی خانقاہ بنانے پر آپ مصر کیوں ہیں؟ آپ کو اہل سنت و جماعت کے افراد کو وہابی بنانے کا اتنا شوق کیوں ہے؟ ایک خانقاہ اور اس سے منسلک لاکھوں مریدین و متوسلین کو غیر سنی بنانے کی لالچ کیوں ہے؟ ثواب ملے گا؟ یا جنت میں آپ کی جگہ کم پڑ رہی ہے؟ ایک تو اہل سنت و جماعت پہلے ہی سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ ایسے میں آپ نے انتشار و افتراق کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ اس طرح کی حرکتوں کی وجہ سے سنیت دن بہ دن کمزور ہو رہی ہے اور وہابیت قصبہ قصبہ، قریہ قریہ پھیل رہی ہے اور ایک آپ ہیں کہ آپس کی دوریاں ختم کرنے کی بجائے اس کو مزید ہوا دے رہے ہیں۔

آپ خود ہی ٹھنڈے دماغ سے سوچیے کہ ایک خانقاہ ہے جو اللہ و رسول کو مانتی ہے۔ بزرگوں کے توارث کو اس عہد انحطاط میں بچا کر رکھے ہوئی ہے۔ اہل سنت بلکہ تصوف کے سارے معمولات پر عامل ہے۔ میلاد و قیام کرتی ہے۔ فاتحہ اور سلام پر عامل ہے۔ مزارات اور درگاہ موجود ہے۔ چادر گاگر اٹھتا ہے۔ عرس ہوتا ہے۔ قوالی ہوتی ہے۔ اسلاف کے طریقے پر پیری

مریدی کی قائل و عامل ہے۔ انگوٹھا چومنے کی قائل و عامل ہے۔ پھر اس کے باوجود ایسی کون سی خطا ہو جاتی ہے کہ اس کی سنیت پر شک کیا جا رہا ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ کے ذہن میں سنیت کا مفہوم ہی غلط ہے؟

اگر آپ اپنے بیان کردہ تمام تر فروعی مسائل کو بھی حرف بہ حرف تسلیم کرنے والے کو ہی سنی قرار دیتے ہیں اور اس سے یک سرِ مو انحراف کی جرأت کرنے والے کو سنیت کی چہار دیواری سے باہر کرنے کو دینی فریضہ خیال کرتے ہیں تو یقین جانیں آپ سنیت کو جہالت کی ایسی کھائی میں ڈھکیلنا چاہتے ہیں جہاں سے واپسی ممکن نہیں۔ کیا آپ علم و تحقیق کا دروازہ بند کر کے اہل سنت جماعت جو کہ حقیقی اسلام کا مترادف ہے، کی وسعت کو تنگ کر کے اس کو ایک ''فرقہ'' میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں؟ جیسا کہ مخالفین یہی پروپیگنڈہ کر رہے ہیں اور آپ اس کو عملاً تقویت پہنچا رہے ہیں۔

نواں معروضہ

ناچیز اسی شش و پنج میں مبتلا تھا کہ ایک اچھے خاصے باصلاحیت، ذہین، اور صاحبِ قلم عالم دین کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایک خانقاہ کے پیچھے زبردستی پڑے ہوئے ہیں! ان کو غیر سنی ثابت کرنے کی پرزور کوشش کر رہے ہیں جس میں وہ شریعت اور فرامینِ اعلیٰ حضرت تک کو پھلانگ جاتے

ہیں، الزام و بہتان تراشی تک کرنے لگتے ہیں! جیسے شریعت اللہ و رسول کا قانون نہ ہو بلکہ کوئی کھیل ہو جس میں قیاسات اور سوئے ظن کی بنیاد پر بھی فیصلہ صادر کرنے کو درست سمجھا جارہا ہے۔ کوئی بات تو ضرور ہے جو پردۂ زنگاری میں پوشیدہ ہے۔

اتنے میں آپ کے مرتب کردہ ''منتخب مسائل فتاویٰ رضویہ'' کو دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اس کتاب کے ابتدائی صفحات میں آپ نے جو رضویات کے تعلق سے چند تجاویز پیش کی ہیں۔ ان میں سے بہت سی تجویزیں ناچیز کو پسند آئیں اور احباب سے اس کا ذکر بھی کیا۔ آپ کی ۲۵ رویں اور آخری تجویز یہ:

''آج بعض حضرات دبے دبے لہجے میں ہی سہی مگر وہ امام احمد رضا سے اختلاف کی بات کر جاتے ہیں یہ صورت حال غیر معقولی بھی ہے اور امت میں انتشار کا باعث بھی۔ ہمارے اسلاف نے امام احمد رضا کی ہر بات کو حرف آخر اور ہر قول کو قول فیصل سمجھا۔ ہم امام احمد رضا سے اختلاف کی بات کر کے کہیں ایسا تو نہیں کہ اپنے اسلاف کے اعتماد و اخلاص اور ان کے عقائد کی نفی کر رہے ہیں۔ امام احمد رضا اتحاد ملی کی ضمانت ہیں اس پونجی کو سنبھال کر رکھنے کے لیے موثر اقدامات کیے جائیں۔'' (ص: ۵۷،۵۸)

ڈاکٹر امجد رضا امجد صاحب قبلہ! آپ کی یہی وہ غیر معقولی، غیر فطری اور غیر اسلامی فکر ہے جس نے اہل سنت و جماعت میں انتشار و افتراق کا دروازہ

کھولا اور جماعت کمزور در کمزور ہوتی گئی۔ کچھوچھہ مقدسہ سے حضرت مدنی میاں نے ٹی وی کے مشروط جواز کا فتویٰ دیا تو اسے موضوع جدال بنادیا گیا۔ اتنا ہنگامہ کیا گیا اور اس قدر پروپیگنڈہ کیا گیا کہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ''اشرفی'' ہونا وہابی ہونے سے بدتر باور کرایا گیا۔ ان کا جرم کیا تھا؟ صرف یہ کہ انہوں نے ایک عالم کی تحقیق کے برخلاف فتوی دے دیا، کچھوچھہ کو بدنام کرنے کے لیے ہر طرح کے جائز اور ناجائز حربے اپنائے گئے۔ انہیں دفالی اور رافضیوں کی اولاد تک کہہ دیا گیا۔ دونوں طرف سے ایک دوسرے پر سب وشتم اور گالی گلوج پر مشتمل درجنوں کتابیں چھاپی گئیں۔

اسی جرم کی وجہ سے ماضی قریب میں جام نور کو نشانہ بنایا گیا، اس کے پڑھنے کو ناجائز کہا گیا اس کو خریدنے پر پابندی لگائی گئی۔ اس نے کیا کیا تھا؟ صرف یہ کہ اس نے اہل سنت جماعت میں درآئے فکری انجماد کے خلاف آواز اٹھائی تھی؟

اسی گناہ بےلذت کی پاداش میں ''اشرفیہ'' بھی مطعون ہوا جب اشرفیہ نے چلتی ٹرین پر نماز کے جواز کا فتویٰ دیا تھا تو اس کے خلاف بھی خوب واویلا کیا گیا۔ اس کو چندہ دینا حرام قرار دیا گیا۔ اسے صلح کلیت کا اڈہ اور باغیِ اعلی حضرت قرار دیا گیا۔ مفتی نظام الدین صاحب اور علامہ محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ پر جی بھر کر کیچڑ اچھالا گیا۔ انہیں امت کا دجال تک

کہہ دیا گیا۔درجن سے زائد اسٹیج سجا کر اشرفیہ پر لعن طعن کیا گیا۔

اسی غیر اسلامی فکر کی حمایت کے جذبے میں ٹی وی کے جواز کا قول کرنے کی بنیاد پر امیر دعوت اسلامی مولانا الیاس قادری عطار کی تکفیر کی گئی۔

اس ''جرم'' کی وجہ سے کتنے معرکے لڑے گئے جس کی خونچکاں داستان بہت طویل ہے۔اسی فکری خطا کی وجہ سے شریعت کے نام پر نفسانیت کا جو کھیل کھیلا گیا اور تکفیر و تضلیل کا جو بازار گرم کیا گیا اس کی داستان بہت دلخراش ہے۔

اگر اب بھی ہوش نہیں آیا اور ہم نے اپنی فکر و تفقّہ کی اصلاح نہیں کی تو پھر جماعت اہل سنت کا اللہ ہی مالک ہے۔اگر آپ واقعی اہل سنت و جماعت کے لیے مخلص ہیں تو اپنی تحریکات کی بنیاد صحیح اسلامی فکر پر رکھیے نہ کہ غیر اسلامی اور غیر فطری افکار و نظریات پر۔ ورنہ آپ بتائیں کہ اہل سنت و جماعت کو فرقہ کیوں بنانا چاہتے ہیں؟ اور یہ سب کس کے اشارے پر کر رہے ہیں؟

اختلاف ہونا فطرت کا تقاضہ ہے۔اس لیے اختلاف سے روکنا ایک غیر فطری عمل ہے جب کہ اختلاف کے ساتھ جینا کمال ہے۔ ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان، ناک، پیر وغیرہ اعضائے بدن ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ہر انسان کی طبیعت اور ذہانت بھی مختلف ہے، اس لیے جہاں تک اللہ و رسول نے صریح رہنمائی کی ہے وہاں تک تو کوئی بات نہیں، لیکن جہاں کسی معاملے کو

حسن نیت کے ساتھ انسانوں کے اپنے صواب دید پر چھوڑ دیا گیا ہے وہاں اختلاف لازمی ہے۔ صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اختلاف رائے کیا۔ آپس میں ایک دوسرے سے اختلاف کیا۔ تابعین نے صحابہ سے اختلاف کیا۔ تبع تابعین نے تابعین سے اختلاف کیا۔ امام اعظم نے اپنے اساتذہ سے اختلاف کیا۔ امام محمد اور امام ابو یوسف نے خود اپنے استاذ امام اعظم سے اختلاف کیا۔ ہر امام کا ایک دوسرے سے اختلاف ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے متقدمین فقہا سے اختلاف کیا، بلکہ اسماعیل دہلوی کی تکفیر کے مسئلے میں خود اپنے والد سے اختلاف کیا۔ حضرت مفتی اعظم نے اعلیٰ حضرت سے اختلاف کیا۔ دیگر علما نے اعلیٰ حضرت سے اختلاف کیا۔ پھر یہ کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ اعلیٰ حضرت سے کسی فقہی مسئلے میں اختلاف نہیں کیا جا سکتا؟ کیا یہ غیر فطری، غیر معقولی اور غیر اسلامی فکر نہیں ہے؟ آپ کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ ہمارے اسلاف نے اعلیٰ حضرت کی ہر بات اور ہر قول کو حرف آخر مانا ہے۔ ہمارے اسلاف ایسے غیر اسلامی اعتقاد رکھ ہی نہیں سکتے۔ بلکہ ہر زمانے اور ہر دور میں صرف اور صرف اللہ و رسول کا قول ہی حرف آخر رہا ہے اور رہے گا۔

دسواں معروضہ

آیئے پہلے آپ کو ایک لطیفہ سناتے ہیں جو آپ ہی کی ایجاد ہے۔ جسے سن کر ناچیز سمیت جن جن احباب سے سنا ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئے۔

آپ لکھتے ہیں کہ:

''اور اس سلسلہ میں خارج مسجد اذان کے سنت ہونے میں اتنی کتابیں ان بزرگوں نے لکھ دیں کہ مسئلہ کے سارے پہلوؤں کو آئینہ کر کے رکھ دیا، اب قیامت تک اس موضوع پہ خواہ کیسے اور کتنے ہی اعتراضات ہوں، ان کے جوابات کے لیے یہی کتاب کافی ووافی ہیں۔''

آپ کا یہ لطیفہ بھی اسی فکری کجی کا شاخسانہ ہے کہ اعلی حضرت سے کوئی اختلاف نہیں کرسکتا۔ بلکہ یہاں تو شاید آپ یہ بھی کہنا چاہتے ہیں کہ مفتی اعظم ہند سے بھی اختلاف نہیں کیا جاسکتا۔ تبھی تو ان کی لکھی کتابیں قیامت تک کے لیے کافی ہیں اور جب یہ دعویٰ کرہی دیا ہے تو یہ بھی بتادیں کہ یہ ''حکم'' خاص اسی مسئلے کے لیے ہے یا اور بھی مسائل ہیں جو قیامت تک کے اعتراضات کے لیے کافی ووافی ہیں؟

اب اس میں لطیفہ یہ ہے کہ مولانا اصغر صاحب کی کتاب میں کوئی اعتراض ہی نہیں کیا گیا ہے۔ اس میں تو صرف صاف صاف اپنی بات کہی گئی ہے اور اس پر قرآن وحدیث، صحابہ، ائمہ اربعہ اور فقہائے احناف کے اقوال کی روشنی میں اس کی دلیل فراہم کی گئی ہے۔ یہاں تو سوال وجواب کا کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔

گیارہواں معروضہ

اخیر میں آپ نے ''حرف آخر'' کے عنوان سے اپنی بات ختم کی ہے۔ اگر یہاں آپ کی مراد یہ ہے کہ یہ حصہ آپ کی گفتگو کا آخری حصہ ہے تب تو ٹھیک ورنہ اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ آپ کے بعد اب کسی کی بات مسموع نہیں تو یہ ذہن نشیں ہونا چاہیے کہ شرعی لحاظ سے ''حرف آخر'' تو اللہ و رسول کا ہی کلام ہے۔ کسی امتی کا کلام خواہ وہ کتنے بڑے کیوں نہ ہو جائیں ''حرف آخر'' نہیں بن سکتا۔ لیکن آپ کے نزدیک تو اپنے ہر ممدوح کا کلام ''حرف آخر'' ہوا کرتا ہے، اس سلسلے میں آپ اگر مغلوب ہیں تو آپ مقتدا نہیں اور اگر غالی ہیں تو آپ جان لیں کہ غالی مردود اور گمراہ ہوتا ہے۔ اس کا فیصلہ آپ کو کرنا ہے کہ آپ کیا ہیں؟

بارہواں معروضہ

حضرت امجد رضا امجد صاحب! بلکہ معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ اب تو آپ کو ''حضرت'' کہہ کر مخاطب کرنا دل کو گوارا نہیں ہوتا، ایسا نہیں کہ ناچیز علما کی عزت و احترام نہیں کرتا بلکہ علما کا شریعت کے معاملے میں جرأت و بے باکی کی وجہ سے ان کا احترام جاتا رہتا ہے۔ ماقبل میں ناچیز نے آپ کے ۱۳؍ الزامات کی نشاندہی کی تھی، اب آپ ہی بتائیں ایک عالم دین کہلانے والے شخص جب سنی سنائی باتوں کی بنیاد پر حکم لگانے لگیں گے تو ان میں اور اَن

پڑھ عوام میں کیا فرق رہ جائے گا؟ اس پر مستزاد اپنے مطلب کو حاصل کرنے کے لیے اگر آدمی ''بے جا اعتراض'' بلکہ ''فریب اور دھوکہ دہی'' پر اتر آئے تو ایسا شخص عوام سے بھی بدتر ہے پھر اس کی عزت اور اس کا احترام دل میں کیسے باقی رہ سکتا ہے؟ ناچیز ہوائی فائرنگ نہیں کر رہا ہے بلکہ دعوی کے مطابق آپ کے ''بے جا اعتراض'' اور ''فریب'' کی بھی نشاندہی کر رہا ہے۔ اگر آپ سنجیدگی کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں تو خود ہی اس کا اعتراف فرمائیں گے۔ ہاں اگر اپنی بات پر اڑے رہنے کی کیفیت طاری ہو تو دوسری بات ہے۔

آپ نے اپنے گمان کے مطابق مولانا اصغر علی مصباحی صاحب کی کتاب سے اس کی ۱۰/ ''غیر معتدل، باطل اور غیر سنجیدہ عبارات'' نقل کی ہے۔ دوسرے نمبر پر یہ عبارت نقل ہے:

''ان تمام باتوں کے باوجود اذانِ خطبہ کو مسجد کے باہر ہی دینے پر اگر کوئی مصر ہے اور اس کے خلاف کرنے والے پر بدعت وضلالت کا حکم لگاتا ہے اور عالم گیریت کے اس دور میں اپنی چند مسجدوں کے جدید تعامل کو بنیاد بنا کر اسے سنیت کا شعار قرار دیتا ہے، تو یقیناً ایسے شخص کا قبلہ تفقہ گم ہو گیا ہے۔ ایسے شخص کو چاہیے کہ پہلے وہ مقاصد شریعت کو سمجھے اور پھر اس کی مشروعیت کا جائزہ لے اور عہد رسالت سے لیکر اب تک اس میں کس طرح کی تبدیلیاں ہوئی ہیں ان پر ایک نظر ڈالے تاکہ اسے مسئلہ کی پوری حقیقت

سمجھ میں آجائے ورنہ امت کی اجتماعیت کو تارتار کرنے کے علاوہ اسے کچھ بھی ہاتھ نہیں آئے گا۔'' (ص:٦)

قطع نظر اس بات سے کہ اس عبارت کو نقل کرنے میں آپ نے تین جگہ خطا کی ہے۔اس عبارت پر توجہ دلانا چاہتے ہیں۔اس عبارت میں کہا گیا ہے کہ جو شخص اذانِ خطبہ کو مسجد کے باہر ہی دینے پر مصر ہو اور اس کے خلاف کرنے والے پر:

۱۔بدعت وضلالت کا حکم لگاتا ہو۔

۲۔اسے سنیت کا شعار قرار دیتا ہو۔

تو ایسے شخص کا:

۱۔قبلۂ تفقّہ گم گیا ہے۔

۲۔اس نے مقاصد شریعت کو نہیں سمجھا۔

۳۔اس نے امت کی اجتماعیت کو تارتار کیا۔

کتنی صاف اور واضح عبارت ہے۔لیکن آپ نے یہ اور اس طرح کی چند اور عبارات نقل کرنے کے بعد جو تبصرہ کیا ہے وہ یہ ہے:

''قارئین خط کشیدہ جملوں پر غور فرمائیں اس میں کذب، بہتان، غلط بیانی، بے سروپا زبانی ادعا اور بزرگوں کی گستاخی کے علاوہ کچھ بھی ہے؟ کیا حضرت خاتم الاکابر شاہ آل رسول احمد مارہروی، حضرت سیدنا نور العارفین

شاہ ابوالحسین نوری میاں، اعلی حضرت امام احمد رضا بریلوی، اعلی حضرت حضور اشرفی میاں، حافظ بخاری حضرت مولانا عبدالصمد پھپھوند شریف، حجت الاسلام، مفتی اعظم ہند، صدرالشریعہ، صدرالافاضل، محدث اعظم ہند، برہان ملت، مفسر اعظم ہند، شیر بیشۂ اہل سنت، حضور شاہجی میاں مارہروی، حضرت محمد میاں مارہروی، مجاہد ملت، حافظ ملت، امین شریعت، علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی وغیرہ کا ''قبلۂ تفقہ'' گم ہو گیا ہے؟ کیا انہوں نے مقاصد شریعت کو نہیں سمجھا؟ انہوں نے امت کی اجتماعیت کو تار تار کیا ہے؟ (ص:٦، ٧)

ڈاکٹر امجد صاحب! آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ کیا حضرت خاتم الاکابر شاہ آل رسول احمد مارہروی، حضرت سیدنا نورالعارفین شاہ ابوالحسین نوری میاں، اعلی حضرت امام احمد رضا بریلوی، اعلی حضرت حضور اشرفی میاں، حافظ بخاری حضرت مولانا عبدالصمد پھپھوند شریف، حجت الاسلام، مفتی اعظم ہند، صدرالشریعہ، صدرالافاضل، محدث اعظم ہند، برہان ملت، مفسر اعظم ہند، شیر بیشۂ اہل سنت، حضور شاہجی میاں مارہروی، حضرت محمد میاں مارہروی، مجاہد ملت، حافظ ملت، امین شریعت، علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی وغیرہ اذانِ خطبہ کو مسجد کے اندر دینے والے پر بدعت وضلالت کا حکم لگاتے تھے؟ کیا یہ بزرگان دین اسے سنیت کا شعار قرار دیتے تھے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو آپ کو یہ جرأت کیسے ہوئی کہ ان بزرگوں کو مذکورہ جملوں کا محمل ٹھہرائیں!

اللہ اکبر! کس قدر ڈھٹائی اور جرأت ہے کہ لوگ اپنے بزرگوں کو زبردستی بیچ میں لاکر اپنے غیر شرعی کاموں کا ڈھال بناتے ہیں۔ بزرگوں کا نام روشن نہیں کر سکتے تو کم از کم اپنی کم فہمیوں اور کوتاہیوں کا الزام بزرگوں پر تو نہ ڈالیں۔ یہ تو آپ جیسے اہل سنت کے ''کرم فرما'' ہیں جو اسے شعار سنیت قرار دے کر سنیوں پر بدعت وضلالت کا حکم لگاتے ہیں۔

آپ کو کیا لگا کہ آپ قارئین کو غور فرمانے کی دعوت بھی دیں گے اور ان کی آنکھوں پر دھول جھونک کر نکل بھی جائیں گے؟ کیا یہی ہے اسلام وسنیت کی خدمت؟ کیا آپ کی اس روش سے سنی مسلمانوں کا بھلا ہوگا؟ اور کیا آپ کو آخرت میں اس عمل کا بہتر اجر ملے گا؟

بہرحال یہ تو آپ کا فریب رہا جو بڑی چالاکی سے بزرگوں پر چسپاں کر کے خانقاہ عارفیہ کے تعلق سے اہل سنت کے افراد کو بھڑکانے کی کوشش کی۔ مارہرہ سے لے کر کچھوچھہ تک، بریلی سے لے کر پھپھوند تک کے اکابر کے کاندھے پر بندوق رکھ کر اہل خانقاہ عارفیہ پر نشانہ سادھنے کی ناکام کوشش کی۔

یہاں ایک خوش آئند بات یہ ہے کہ اس جگہ آپ نے اعلی حضرت اشرفی میاں کو ''اعلی حضرت'' بھی تسلیم کرلیا ہے ورنہ اس مسئلے پر کیے گئے معرکے اور اس کی خوں ریز داستان بھی ناچیز کے علم میں ہے۔ تاہم ایک سوال باقی رہ

جاتا ہے کہ کیا بریلی شریف کے موجودہ علما بھی اب اعلی حضرت اشرفی میاں کو ''اعلی حضرت'' تسلیم کرنے میں آپ کے ساتھ ہیں؟ اگر ہاں تو کیا اس تعلق سے لکھی گئی کتابوں کو منسوخ مانا جائے؟

آپ نے پانچویں عبارت یہ نقل کی ہے:

''فقہا کی عبارات میں لفظ بین یدیه سے صرف مواجہت کا معنی مراد لینا اس لیے درست نہیں ہے کہ بعض کتابوں میں لفظ **عند المنبر** اور بعض میں لفظ **فی المسجد** کی صراحت ہے جیسا کہ ماقبل میں گزرا۔ یہ عبارتیں قطعی طور پر بین یدیه سے قرب کے معنی متعین کرتی ہیں۔'' (ص:٦)

پتہ نہیں اس میں آپ کو کون سی بات قابل اعتراض نظر آ گئی کہ اسے قابل اعتراض عبارتوں کی لسٹ میں شامل کر دیا۔ نہ ہی اسے آپ نے ذکر کیا اور نہ ہمیں کوئی قابل اعتراض بات نظر آ رہی ہے۔ اس میں تو صرف بین یدیه سے مواجہت کا معنی مراد نہ ہونے کی وجہ ذکر کی گئی ہے۔

اسی طرح آپ نے آٹھویں عبارت یہ نقل کی ہے:

''خیر کی طرف جلدی کرنے اور تعدیل صفوف کی وجہ سے ہند و پاک کی اکثر خانقاہوں کا معمول ابتداے اقامت میں کھڑے ہونے کا رہا ہے۔'' (ص:٦)

اس میں بھی کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے اور نہ آپ نے اشارہ کیا ہے کہ

اس میں کیا خرابی ہے۔ بس قلم اٹھایا اور قابل اعتراض عبارتوں کے ضمن میں ذکر کر دیا۔

ایسا لگتا ہے جیسے محض ''قابل اعتراض'' مقامات کی فہرست میں اضافے کی غرض سے قاری پر دباو بنانے کے لیے جو چاہا جمع کرلیا۔ آپ کی پیش کردہ ساری عبارتوں کا یہی حال ہے۔ کسی عبارت میں آج کے تشدد پسند اور حد سے بڑھنے والوں کے بارے میں کچھ کہا گیا ہے اور آپ نے اس کو بزرگوں سے جوڑ کر فریب دینے کی کوشش کی ہے جو کم از کم سنی عالم کو زیب نہیں۔

تیرہواں معروضہ

آپ نے آخر میں لکھا ہے کہ:

''اگر اہل سنت کی مخالفت پر ہی تو حضور مفتی اعظم ہند نے جن ڈیڑھ ہزار سوالات کی نشاندہی کی ہے، پہلے اس کے جوابات دیں۔''

یعنی اگر اہل عارفیہ یہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنے ہاں اذان و اقامت کے سلسلے میں اپنے مشائخ کے توارث پر عمل کریں تو وہ پہلے مرحلے میں حضور مفتی اعظم ہند کے ڈیڑھ ہزار سوالات کا جواب حضرت قبلہ مآب ڈکٹر امجد رضا امجد صاحب قبلہ کی بارگاہ میں پیش کریں۔ پھر جب وہ اپنی قبولیت کی سند عنایت فرمادیں گے [ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ قبول ہی نہ کیا جائے] تو دوسرے

مرحلے میں حضرت اس بارے میں غور وخوض فرمائیں گے کہ سید سراواں والوں کا علمی مبلغ کیا ہے؟ [ضروری نہیں کہ جواب مثبت ہی آئے۔] پھر جب حضرت کو یقین ہوجائے گا کہ ہاں ان کے پاس مبلغ علم ہے تو تیسرے مرحلے میں وہ کسی مشین یا کسی اور ذریعے سے سید سراواں والوں کے قلوب کو جانچیں گے کہ وہ اپنے موقف میں کتنے مطمئن ہیں؟ [ویسے اس امتحان میں پاس ہونا ناممکن ہی ہے] تب جا کر حضرت ایک ''سرٹیفیکٹ'' عنایت فرمائیں گے جسے شاید اقامت میں کھڑے ہونے یا اذان ثانی سے پہلے فریم کر کے لٹکایا جائے تب جا کر وہ اپنے بزرگوں کے توارث وتحقیق پر عمل کرنے کے حق دار ہوں گے۔ اس کے بعد بھی کوئی گارنٹی نہیں کہ حضرت پروپیگنڈہ کرنا چھوڑ دیں۔

سوال یہ ہے کہ آپ کو یہ حق کس نے دیا کہ آپ کسی کی سنیت کا فیصلہ کریں؟ کس نے کہا کہ آپ ٹھیکیدار بن کر لوگوں کی سنیت کا فیصلہ کرتے پھریں؟ اس ٹھیکیداری والی ذہنیت نے بھی سنیت کو تباہ برباد کر رکھا ہے۔

آپ انتشار و افتراق کر کے اہل سنت کو ایک ''فرقے'' کی حیثیت سے پیش کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ جبکہ اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کو ہر اعتبار سے کمزور کرنے کے مسلسل اقدامات کیے جارہیں اور آپ ہیں کہ امت میں افتراق پیدا کر رہے ہیں؟ سوال یہ ہے کہ آپ کی وفاداریاں اہل سنت کے ساتھ ہیں یا آر ایس ایس کے ساتھ؟

یہاں یہ بھی واضح رہے کہ انتشار و افتراق اختلاف کرنے سے نہیں ہوتا وہ تو ہر ایک کا فطری و شرعی حق ہے۔ ہاں اس اختلاف کو برداشت نہ کرنا اور اس کی بنا پر آپس میں دست بگریباں ہونا، ایک دوسرے پر طعن و تشنیع کرنا انتشار و افتراق کا سبب ہے۔ امام محمد کو امام اعظم سے اختلاف تھا لیکن کبھی آپسی معاملات میں تلخی نہ آنے دی، تو اختلاف کے باوجود اتحاد قائم رہا۔ ہاں اگر امام اعظم اسے ایشو بنا لیتے تو اختلاف ضرور افتراق و انتشار ہوتا اور ایسا ان حضرات سے متصور نہیں، کیوں کہ انسان اپنے افکار سے اختلاف کرنے والے کو اس وقت برداشت نہیں کرتا جب وہ اپنے خیالات کو شعوری یا لاشعوری طور پر ''وحی'' کا درجہ دینے لگتا ہے یا علمی و شرعی اختلاف کو اپنے نفس اور انا کا مسئلہ بنا لیتا ہے اور یہ حضرات اپنے وقت کے عظیم متقی اور زاہد و صالح تھے۔ لہٰذا آپ یہ ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ سید سراواں والوں نے کتاب لکھ کر انتشار پھیلایا ہے، کیوں کہ انہوں نے تو صرف دلیل کے ساتھ اپنی بات رکھی ہے۔ آپ بھی رکھیں، لیکن باضابطہ نام لے کر پروپیگنڈہ کرنا یقینا اہل سنت و جماعت میں انتشار پیدا کرنے کے مترادف ہے۔

۱۴ / واں معروضہ

اب ذرا اس جانب بھی ٹھنڈے دل سے توجہ فرمائیں کہ جماعت اہل سنت میں انتشار برپا کرنے کے لیے آپ نے نہ صرف اپنی صلاحیت اور وقت

برباد کیا۔ بلکہ آپ کی شرعی خطاؤں کی نشاندہی کے کے لیے ناچیز کو قلم اٹھانا پڑا جس میں ناچیز کے دو دن صرف ہوئے۔ بلکہ آپنے تو اسے کتابی شکل بھی دے دی۔ اب اسے یا تو اپنے پیسے سے چھاپا ہوگا یا کسی ''عاشقِ اعلیٰ حضرت'' سے چندہ لے کر چھاپا ہوگا۔ دونوں صورتوں میں آپ نے اہل سنت کا سرمایہ ضائع کیا۔ اسے آپ کسی مدرسے یا تعمیری یا کسی بھی مثبت کام میں استعمال کر کے اہل سنت کا فائدہ کر سکتے تھے۔ جو رقم آپ نے اس کتاب پر صرف کروائی ہے اسے الجامعۃ الواجدیہ میں ہی کسی غریب طالب علم کو دے دیتے تو اس کا سال بھر کا خرچہ نکل جاتا۔ یا جامعہ اشرفیہ، منظر اسلام، جامعۃ الرضا ، جامعہ امجدیہ وغیرہ میں دے دیتے تو تھوڑی بہت ہی سہی اس سے ایک مثبت کام ہوتا۔ اگر یہ بھی نہیں تو بزرگوں کی کسی کتاب پر صرف کرتے یا اعلی حضرت پر تحقیق کرنے والوں کی حوصلہ افزائی ہی کر دیتے لیکن افسوس آپ نے ایسا کچھ نہ کیا بلکہ اسے ایک منفی اور اہل سنت میں انتشار پیدا کرنے والے کام میں لگا کر برباد کر دیا۔

آپ کے وقت اور صلاحیت کو جانے دیجیے، کہ اہل سنت میں اس وقت بے تحاشا وقت اور صلاحتیں ضائع ہو رہی ہیں لیکن ایک عاشق اعلیٰ حضرت نے جس خلوص اور مقدس جذبے سے یہ چندہ دیا ہے، جب ان کو پتہ چلے گا کہ آپ نے اسے ایسے کام میں خرچ کیا جو نہ صرف ناجائز و حرام ہے بلکہ اہل سنت

وجماعت میں انتشار پیدا کر کے اسے ٹکڑوں میں بانٹنے کا سبب بھی بن سکتا ہے بلکہ بروز محشر وہ اس کا جواب دہ بھی بن سکتا ہے تو بتایئے ان کے جذبات کو کتنی ٹھیس پہنچے گی؟ کیا وہ دین کے کاموں میں پیسے خرچ کرنے سے متنفر نہیں ہوجائے گا؟ خدارا کبھی سنجیدگی سے اس جانب بھی غور فرمائیں۔

۱۵/واں معروضہ

ایک طرف تو خود ہی ''باہمی انتشار'' پھیلا رہے ہیں۔ افتراق کو ہوا دے رہے ہیں اور دوسری طرف اسی شمارے میں علامہ محمد احمد مصباحی صاحب کا مضمون ''اہل سنت کی شیرازہ بندی: مسائل اور امکانات'' چھاپ رہے ہیں۔ جس کے صفحہ نمبر ۴۰/ پر لکھا ہے:

''اب اہل سنت کے سامنے دو چیلنج ہیں:

۱۔ اپنے ٹوٹے ہوئے افراد کو پھر سے جوڑنا۔

۲۔ دیگر افراد کو شکار ہونے سے بچانا۔

اس کے لیے ضروری ہے کہ دشمن کے پاس جتنے اسلحے اور ہتھیار ہیں ان سے زیادہ ہتھیار اور ان سے قوی اسلحے ہمارے پاس ہوں، ان کے اندر جو سرگرمی اور مستعدی ہے اس سے زیادہ ہمارے اندر ہو۔ اس کے لیے باہمی اختلاف وانتشار سے دوری اور تحفظ عقائد و

فروغ مسلک کے لیے اجتماعیت اور شیرازہ بندی کس قدر ضروری ہے، یہ اہل دانش کے لیے محتاج بیان نہیں۔“

کیا یہ کھلا تضاد نہیں ہے؟ اور جرأت تضاد دیکھیے کہ جس رسالے میں اہل سنت کی شیرازہ بندی کے لیے تجاویز پیش کی جارہی ہیں، باہمی اختلاف و انتشار سے بچنے کی تلقین کی جارہی ہے۔اسی رسالے میں انتشار برپا کرنے والا اداریہ لکھا جاتا ہے۔جس رسالے میں ٹوٹے ہوئے افراد کو پھر سے جوڑنے کی بات کی جارہی ہے اسی رسالے میں جڑے ہوئے افراد کو توڑنے کی بھرپور کوشش کی جارہی ہے۔جس رسالے میں دیگر افراد کو شکار ہونے سے بچانے کا مشورہ دیا جارہا ہے اسی رسالے میں ایک ایسی خانقاہ اور اس سے منسلک لاکھوں افراد کو توڑنے کی کوشش کی جارہی جو ہر سال درجنوں بدمذہبوں کو سنیت میں داخل کرتی ہے۔ جہاں سیکڑوں غیر مسلمین اسلام میں داخل ہوتے ہیں۔ افسوس ہم کس قدر منافقت کا شکار ہو چکے ہیں کہ کھلم کھلا تضاد بیانی و تضاد عملی کے شکار ہو جاتے ہیں اور احساس تک نہیں ہوتا۔اس طرح کی حرکتوں سے آپ اہل سنت کے افراد کو بہت دنوں تک بے وقوف نہیں بنا سکتے ہیں۔سب ظاہر ہو رہا ہے کہ کون کتنا بڑا ملت کا وفادار ہے کون غدار۔ اللہ ہمیں اہل سنت کی شیرازہ بندی کے سلسلے میں مخلص بنائے۔آمین!

خلاصۂ گفتگو

حضرت! امجد رضا صاحب قبلہ! اب تک کی ہماری گفتگو کا خلاصہ یہ کہ آپ نے:

ا۔خانقاہ عارفیہ سے شائع ہونے والی کتاب کے تعلق سے پروپیگنڈہ کیا۔

۲۔کتاب پر عالمانہ گفتگو کی بجائے غیر علمی طریقہ اختیار کیا۔

۳۔خانقاہ کو زبردستی ندوہ اور وہابیت سے جوڑنے کی کوشش۔

۴۔مسلمانوں میں انتشار پھیلا کر بی جے کے منشور کو پورا کیا۔

۵۔خانقاہ پر ۱۴؍سے زائد الزامات و بہتان لگایا۔

۶۔خانقاہ کی سنیت پر شک کرتے ہوئے غیر ضروری شرائط طے کیے۔

۷۔مولانا کی کتاب کو غلط ثابت کر کے فریب دینے کی کوشش کی۔

۸۔اہلِ سنت و جماعت کو ایک فرقے کی حیثیت سے پیش کیا۔

۹۔خود کو اہل سنت کا ٹھیکیدار ثابت کرنے کی کوشش کی۔

۱۰۔اہل سنت میں انتشار برپا کرنے کی کوشش کی۔

۱۱۔اپنی پروپیگنڈہ والی تحریر کا کتابچہ چھاپ کر اہل سنت کا سرمایہ ضائع کیا۔

۱۲۔تضاد بیانی و تضاد عملی کا ثبوت دیا ہے۔

آپ سے مودبانہ گذارش ہے کہ ان سارے شبہات کا ازالہ اور منفی طرز عمل کی وضاحت کر کے ہماری تشفی فرمائیں۔آپ ناچیز سے عمر میں، علم

میں بڑے ہیں، اگر گفتگو میں کہیں تلخی آ گئی ہو تو معاف فرمائیں۔ اللہ ہمیں اہل سنت و جماعت کا مخلص خادم بنا کر رکھے۔

اور ہاں ہمارے ہاں عام طور جب کسی بڑے عالم دین سے کوئی چھوٹا سوال کرتا ہے تو نخوت و غرور اس قدر سر چڑھا رہتا ہے کہ اس کے سوال پوچھنے ہی کو توہین اور گستاخی قرار دے دیا جاتا ہے اور جب جواب کی بات آتی ہے تو انہیں اپنی توہین محسوس ہونے لگتی ہے، سیدھے منہ بات کرنا بھی گوارا نہیں کرتے اور دوسرے سے جواب لکھوایا جاتا ہے۔ ناچیز کو آپ کی ذات سے ایسی حرکت کی ہرگز امید نہیں ہے، ناچیز نے ایک طالب علم کی طرح آپ کی بارگاہ میں چند معروضات پیش کیے ہیں۔ امید ہے تشفی بخش جواب مرحمت فرمائیں گے اور ہاں ناچیز خانقاہ کا خادم ضرور ہے لیکن ترجمان نہیں۔ اسے محض ذاتی معروضات ہی سمجھیں۔

والسلام

ناظم اشرف مصباحی

nazimashraf92@gmail.com